سیّد سلیمان ندوی

علمائے روس

دعویٰ تو ہمارا یہ ہے کہ تمام دنیا کے مذاہب میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے اِنّما المومنون اِخوہ کی زنجیر سے تمام مسلمانوں کو باہم وابستہ کر دیا ہے، مگر حالت یہ ہے کہ تمام ممالک اسلامیہ کے علماء میں باہم کوئی سلسلۂ تعارف نہیں، ٹرکی کی ایک ایک خبر پر ہم جان دیتے ہیں اور وہاں کے صد ہا سپہ سالاروں اور وزیروں کے نام ہم کو یاد ہیں[1]۔ مگر پوچھا جائے کہ وہاں کے علمائے کبار میں کسی ایک کا نام لیجیے تو سوا سکوت کے کوئی جواب نہ ہوگا۔ روس وہ ملک ہے جہاں تین کروڑ سے زیادہ مسلمان آباد ہیں مگر وہاں کے کسی عالم و مصلح کے نام سے ہم واقف نہیں۔ علمائے بخارا، علمائے ہند سے ناآشنا ہیں اور علمائے ہند علمائے روم سے ناواقف اور علمائے روم کو مراکش و تیونس کے عالموں سے آگاہی نہیں۔

اس بے تعلقی اور ناآشنائی کا یہ اثر ہے کہ ان ملکوں کے عام مسلمانوں میں کوئی تعلق اور رشتہ باقی نہیں، عیسائیوں کو دیکھیے کہ جہاں ان کی سلطنتیں مجلس اقوام کی بنیاد ڈالتی ہیں، اُن کے علماء اور رہبان عالمگیر عیسائی کانفرنس قائم کرتے ہیں، ان کی مجلس اقوام میں اگر اسلامی ملکوں کی سیاسی تقسیم و تجزّی پر گفتگو ہوتی ہے تو ان کی عالمگیر کانفرنس میں ایک ایک اسلامی ملک کو عیسائی بنانے کے لیے مختلف دائروں اور حلقوں میں اُس کی تقسیم ہوتی ہے۔

یورپ کی یہ جنگ عظیم صرف دنیا کی ایک لڑائی نہ تھی بلکہ درحقیقت یہ دنیا کے انقلاب کی تمہید تھی۔ یہ مشرق و مغرب کی پستی و بلندی کی حدّ آخیر تھی، جو لوگ کہ آثار کو دیکھ کر موسم کے انقلاب کا پتہ لگا لیتے ہیں، وہ اس مشرقی و مغربی انقلاب موسم کا پتہ بھی یقیناً لگا لیں گے، اس انقلاب کا ایک عظیم الشان نتیجہ یہ ہے کہ چند سال سے ممالک اسلامی ایک دوسرے سے قریب ہو رہے ہیں۔ ٹوٹے ہوئے رشتے جوڑے جا رہے ہیں، تعارف اور تعلق کے وسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ ایک دوسرے کی نصرت و اعانت کا خیال ترقی کر رہا ہے، ہر ملک کے جدید تعلیم یافتہ اور مصلحین زمانہ ایک دوسرے سے واقف ہو رہے ہیں، اگر کسی قدر تغافل ہے تو وہ علماء کے طبقہ میں ہے، اور اس کا سبب یہ ہے کہ عربی اخبارات کے مطالعہ کا اُن کو شوق نہیں اور سیر و سیاحت کی اُن میں استطاعت نہیں، تاہم ہمیں مایوسی نہیں اور ہماری

۱۔ واضح رہے کہ یہ مقالہ پہلی بار مئی ۱۹۲۲ء میں شائع ہوا تھا۔ جب تحریک خلافت کے حوالے سے برصغیر کے مسلمان ترکی کے سیاسی معاملات اور شخصیات سے بخوبی واقف تھے۔ (مدیر)

نگاہوں کے سامنے وہ زمانہ ہے جب دنیائے اسلام کے علماء ایک جمعیت متحدہ میں نشست کریں گے، اور امت مرحومہ کی صلاح وفلاح کے مسائل میں غور کریں گے۔

آج اسی تقریب سے ہم علمائے روس کی روحانی مجلس جما کر بیٹھے ہیں کہ ہندوستان کے علماء اور عام مسلمان اُن کے ناموں سے اور حالات سے روشناس ہوں۔

ملک روس کا کوئی اسلامی شہر ایسا نہیں ہے جہاں علماء، آئمہ، مدرسین نہ ہوں اور اُن کے زیر سایہ مدارس اور مکاتب نہ ہوں۔ ذیل میں ہم روس کے خاص اسلامی ملکوں کی آبادیوں اور ان کے علماء اور مساجد و مدارس کا نقشہ درج کرتے ہیں، جس سے ہمارے دعوے کی تصدیق ہوگی۔

صوبوں کے نام	آئمہ و مدرسین کی تعداد	مساجد کی تعداد	عام مسلمانوں کی تعداد
قزان	۲۳۶۰	۱۰۶۹	۶۲۱۲۳۶
داگکا	۱۹۱	۱۵۸	۱۲۸۵۴۶
اور نبرگ	۹۷۶	۵۲۹	۳۶۳۷۳۱
اوفا	۲۲۸۰	۱۵۲۱	۱۰۸۷۱۵۵
صمار	۴۲۰	۳۰۱	۲۳۳۵۸۵
سمبر	۲۴۳	۱۷۷	۱۲۰۱۳۰
سراطاؤ	۱۷۵	۱۵۲	۸۱۸۱۸
پنیزا	۱۱۹	۱۰۵	۵۳۳۸۹
طمبوف	۳۸	۲۸	۱۴۹۳۹۱
ادرالسکی	۱۸	۱۴	۱۸۲۹۳
حاجی طرخان	۱۴۶	۱۳۸	۱۰۴۳۷۲
بیرمی	۳۰۳	۲۰۸	۱۳۸۷۷۷
طوبل	۱۳۶	۷۲	۵۸۴۹۵
سیمی پولاط	۱۵	۱۴	۵۱۹۹۹۳
نیژنی نواگراد	۸۵	۶۴	۵۵۹۱۴
طوسکی	۲۹	۲۸	۳۰۲۰۸
رزان	۱۴	۱۰	۶۷۶۶
موسکو	۲	۱	۳۳۲۵
پیٹرزبرگ	۴	۳	۲۲۰۰
ابرکوتسکی	۳	۲	۲۴۶۷
آقمولا	۱۴	۱۱	۸۲۷۴
بنسی	۲	۱	۲۷۵۷
کاسترامار	۱	۱	۳۶۵

یکا ز بنسلاف	۱	۱	۳۵۱
راضوف	۲	۱	۳۱۰
اوڈیسہ	۱	۱	معلوم نہیں
کرو نشتاد	۱	۱	معلوم نہیں
وارشا	۱	۱	معلوم نہیں
خار کوف	۱	۱	معلوم نہیں
میزان	۷۵۸۲	۴۶۱۱	۳۸۸۶۶۲۵

اس نقشہ سے معلوم ہو گا کہ تقریباً چالیس لاکھ مسلمانوں کے درمیان ۷۵۸۲ علماء و مدرسین، ۴۶۱۱ مساجد اور تقریباً ۱۸۶۹ مدرسے کم نہیں ہیں، یہ نقشہ کسی قدر پرانا ہے اور امید ہے کہ اس تعداد میں سال بہ سال اضافہ ہی ہوا ہو گا۔

علمائے روس کی سب سے بڑی تعریف جس کے لیے وہ تمام دنیائے اسلام کی طرف سے فخر و شکریہ کے مستحق ہیں، یہ ہے کہ انھوں نے روسی مشنریوں کے مظالم کو صدہا سال تک نہایت تحمل، استقلال اور ثباتِ قدمی سے برداشت کیا اور روسی حکومت کی بربریت اور روسی پادریوں کے جوش اشاعت دین کے صدموں سے اسلام کو ہر طرح باقی اور قائم و محفوظ رکھا، یہاں تک کہ ستمگروں اور جفاکاروں کو اپنے ناشائستہ افعال سے توبہ کرنی پڑی، ایسی حالت میں جبکہ اس مظلوم ملک میں مسجدوں کی تعمیر تک کی اجازت نہ تھی، غیر روسی زبان میں تعلیم نہیں ہو سکتی تھی۔ علماء کے لیے وعظ و پند کی رخصت نہ تھی۔ جس گاؤں اور آبادی میں مشنریوں کا حملہ ہوتا، اُس کو بچانے کی اجازت نہ تھی، اس ملک میں اسلام کا قائم رہنا اور اُس کا سرسبز و شاداب ہونا اور ترقی کرنا انہیں بزرگوں کے فیوض و برکات ہیں۔

روسی صوبوں میں ہر عالم کو افتاء کا حق نہ تھا بلکہ اُس کے لیے حکومت کی طرف سے ان کو اجازت کی سند حاصل کرنا پڑتی تھی اور وہی مذہبی مقدمات کو فیصل کرتے تھے، اس کے بعد اوفا میں ایک اسلامی محکمۂ شرعیہ قائم ہوا جس کے ماتحت تمام روسی صوبوں کے اسلامی صیغے، اوقاف، مدارس، مساجد اور علماء وغیرہ کر دیے گئے۔ زار کے زمانہ میں یہی انتظام تھا، معلوم نہیں اب کیا نظام ہے، اس محکمہ میں ایک رئیس القضاہ اور متعدد قاضی مقرر ہوتے تھے، مفتی محمد جان سب سے پہلے رئیس القضاہ ہیں، اُس کے بعد دوسرے ممبر قاضی آغا شیخ محمد داغستانی ہیں۔

روسی مسلمانوں کا کعبۂ تعلیم اور قبلۂ مراد بخارا ہے، روس کے بڑے بڑے علماء وہی لوگ ہوتے ہیں جو بخارا سے تعلیم حاصل کر کے آتے ہیں، گویا بخارا کے مدارس، مصر کے جامع ازہر یا افریقہ کے جامع زیتون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بخارا کے بعد ان کی قدیم تعلیم کا مرکز کابل ہے۔ جہاں اکثر روس کے علاقہ سے مسلمان طلبہ آتے رہتے ہیں، اُس کے بعد اگر وہ کسی طرف کا رخ کرتے ہیں تو وہ داغستان، مصر

اور حرمین ہیں، روس کے خال خال طالب علم ہندوستان بھی آجاتے ہیں، لیکن ان کی جدید تعلیم کا مرکز قسطنطنیہ ہے، جہاں بکثرت روسی مسلمان طالب علم ہر سال جایا کرتے ہیں، خود روسی یونیورسٹیوں میں بھی ان کی خاصی تعداد شامل رہتی ہے۔

تصوّف کے سلسلوں میں سے مجدّدیہ سلسلہ بھی علمائے روس میں بے حد مقبول ہوا ہے، یہ سلسلہ جیسا کہ اہل ہند کو معلوم ہے، حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کی طرف منسوب ہے، یہ جہانگیر وشاہجہان کے زمانہ میں ہندوستان میں تھے، انہوں نے طریقے کی بنیاد کتاب وسنت پر رکھی۔ یہ سلسلہ علمائے روس میں مختلف ذریعوں سے پہنچا ہے، زیادہ تر شیخ نیاز علی ترکمانی بخاری کے ذریعہ سے، دوسرے شیخ فیض خان کابلی کے ذریعہ سے۔ شیخ فیض خان کے والد کا نام خضر خان تھا، ۱۲۱۷ء میں انہوں نے وفات پائی، خواجہ حسن کابلی سے فیض پایا تھا، اور وہ خواجہ صبغت اللہ کابلی کے مرید تھے، اور خواجہ صبغت اللہ، خواجہ محمد معصوم خلف الرشید حضرت مجدد الف ثانی کے تربیت یافتہ تھے، تیسرا سلسلہ وہاں شاہ عبدالغنی صاحب دہلوی کے ذریعے سے پھیلا ہے، بعض روسی علماء نے حرمین میں ان سے یہ فیض حاصل کیا اور واپس جاکر اپنے ملک میں اس کی اشاعت کی۔ ایک اور سلسلہ یہ ہے کہ خواجہ معصوم کے ایک اور مرید شیخ حبیب اللہ بخاری تھے، جو ایشان واملا کے نام سے زیادہ مشہور ہیں، بخارا میں اُن کے ذریعے سے فیض پھیلا۔

عقیدۂ سلف اور طریقۂ اہل حدیث کا شیوع بھی روسی مسلمانوں میں ہوا، سب سے پہلے عالم جنہوں نے اس تبلیغ کا فرض انجام دیا، وہ شیخ ابوالنصر عبدالنصیر بن ابراہیم قوصاری ہیں۔ قوصار، ولایت قازان میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ یہیں وہ ۱۱۹۰ء میں پیدا ہوئے تھے۔ بخارا جاکر علم کی تحصیل کی، اور یہیں شیخ نیاز علی ترکمانی سے سلسلۂ مجدّدیہ میں بیعت ہوئے۔ تکمیل کے بعد جب اپنے وطن واپس آئے تو لوگوں نے ان کی بڑی عزت و تعظیم کی، اور وہاں ان کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، لیکن باوجود اس عام مقبولیت کے اظہارِ حق میں کوئی شے اُن کو مانع نہ آئی اور انہوں نے تقلید جامد کے خلاف اپنا جہاد شروع کر دیا، بدعات کی بیخ کنی اور طریقہ سلف کی تبلیغ میں بڑی کوششیں کیں، جس طرح دنیا میں دوسری تحریکوں کا حال ہوتا ہے وہی یہاں بھی ہوا، کچھ لوگوں نے ان کی دعوت کو قبول کیا، دوسروں نے ان کو بدعقیدہ اور بدمذہب قرار دیا۔ شیخ نے ان الزامات کی تردید میں "الارشاد للعباد" تصنیف کی۔ اس کے علاوہ طریقہ سلف پر عقائد نسفیہ کی شرح لکھی اور اہل السنتہ والجماعہ کے صحیح عقاید کی تشریح اور ثبوت میں کتاب اللوائح نام کی ایک کتاب لکھی۔ ۱۲۲۳ھ میں انہوں نے بخارا کا دوسرا سفر کیا تو دشمنوں نے بخارا میں ان کے خلاف ایک بڑا فتنہ کھڑا کیا، امیر بخارا کے دربار میں الحاد کے جرم میں ان کے قتل کی سازشیں ہوئیں، بالآخر معاملہ بخارا سے اُن کے اخراج پر ختم ہوگیا۔ وہ بخارا سے نکل کر خوارزم اور حاجی طرخان ہوتے ہوئے ہر جگہ نشرِ سنت کا فرض انجام دیتے ہوئے وطن واپس آئے اور یہاں آکر چند اور

نئی کتابیں مثلاً شرح مختصر المنار، کتاب النصائح، رسالتہ الصفات وغیرہ لکھیں۔ ۱۲۲۷ھ میں حج کے ارادہ سے قسطنطنیہ آئے تھے۔ یہیں وفات پائی، ان کی کتاب "الارشاد" ۱۳۲۱ھ میں قازان میں طبع ہوئی ہے۔

اس عہد کے ایک دوسرے عالم شیخ ابراہیم آفندی بن خوجاش قازانی ہیں، ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کر کے علوم کی تکمیل کے لیے داغستان کا سفر کیا، وہاں شیخ علی آفندی شروانی کی مجلسِ درس میں شریک ہوئے۔ دس برس کے بعد وطن کی طرف مراجعت کی۔ شیخ موصوف کو اصولِ فقہ، حدیث و تفسیر وغیرہ سب کا درس دیا کرتے تھے، مگر فن تفسیر میں ان کو خاص ذوق حاصل تھا۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں نہایت سخت تھے، شیریں بیان اور فصیح اللسان تھے۔ ان ملکوں میں شیخ کی پند و نصیحت اور تبلیغ و ارشاد کا بڑا اثر ہوا، بہت سی بدعتوں کا قلع قمع ہوا، طریقۂ معاشرت اور اکل و شرب و لباس میں اسلام کے خلاف جو باتیں رائج تھیں، ان میں اصلاح ہوئی، ۱۲۴۱ھ میں قازان میں وفات پائی۔

ملادولت باقی یہ اور نبرگ کے ایک گاؤں کے رہنے والے تھے، پہلے روسی فوج میں سپاہی تھے، پھر خدا جانے کیا توفیق شاملِ حال ہوئی کہ بخارا چلے گئے اور وہاں جا کر تعلیم حاصل کی۔ علم ہیئت اور فلکیات کے بڑے ماہر تھے اور اس فن سے ان کو کامل ذوق تھا۔ بہت سے آلات فلکی خود ان کی ملکیت تھے۔ سائبیریا کے طوبل نامی ایک ولایت میں امام و مدرّس تھے۔ ۱۲۵۶ھ کے بعد وفات پائی، ان کی وفات کے بعد اُن کے تمام آلات فلکیہ طوبل کے عجائب خانہ میں رکھے ہیں، ملاّ و مقل ایک اور بزرگ تھے جو بوغرصلان کے رہنے والے تھے۔ اُن کو قلمی کتابوں کا بہت شوق تھا۔

شیخ نعمت اللہ ایسترلی باشی، نقشبندی مجدّدی، یہ صوبہ اوفا کے گاؤں ایسترلی باشی کے رہنے والے تھے۔ ظاہری و باطنی دونوں علوم میں کامل تھے۔ بخارا آکر دونوں تعلیمیں حاصل کی تھیں۔ عقاید میں سلف صالحین کے پیرو تھے، متکلمین اور فلاسفہ سے سخت بیزاری ظاہر کرتے تھے، فراغت اور تکمیل کے بعد اپنے گاؤں ایسترلی باشی واپس آئے، بڑی مقبولیت ہوئی، طلبہ، مستفیدین اور مریدین کا بڑا ہجوم ہوا، بڑے بڑے مدرسے بنوائے اور بہت سے رفاہ عام کے کام انجام دیے، ۱۲۶۰ھ میں وفات پائی۔

شیخ سیّدین نور محمد قصبہ اورسکی کے ایک گاؤں میں امامت اور درس و تدریس کرتے تھے۔ ان کے صاحبزادہ ملاّ عبداللہ اخوند، شاہ مظہر صاحب مرحوم دہلوی کے مرید تھے۔ شاہ صاحب ترک وطن کر کے مدینہ میں مقیم ہو گئے تھے۔

ہر ملک کے علماء میں کوئی نہ کوئی مسئلہ ما بہ النزاع بن جاتا ہے۔ روس کے اسلامی صوبوں میں ایک زمانہ میں رات صرف تین گھنٹوں کی رہ جاتی ہے، یعنی ادہر شفق غائب ہوئی اور ادھر سپیدۂ صبح کا ظہور ہوا، ایسی حالت میں ان مقامات میں عشاء کی نماز کی فرضیت قائم رہے گی یا ساقط ہو جائے گی، یہ مسئلہ یہاں کے علماء کے درمیان بڑا معرکتہ آلارا سمجھا جاتا ہے، اور سیکڑوں رسائل دونوں طرف سے نفی و اثبات میں لکھے گئے ہیں۔

اب اُن چند علمائے روس کا تذکرہ کیا جاتا ہے جنھوں نے موجودہ ضروریات کو سمجھ کر ملک وملت اور علم وفن میں اصلاح کی کوششیں کیں اور خدا نے ان کی کوششوں کو بارآور کیا، ان میں سب سے پہلا نام اخوند خیر اللہ بن عثمان کا لینا ہے۔ یہ اوفا کے رہنے والے تھے، تعلیم روس ہی کے مدارس میں حاصل کی، استرلی طمن اوفا میں ایک مقام ہے، یہیں کے مدرسہ میں ابتدائی تعلیم انہوں نے حاصل کی تھی، فراغت کے بعد اسی مدرسہ میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا، دس برس تک انہوں نے اس فرض کو انجام دیا، مدرسہ کا اہتمام وانتظام اس خوبی سے کیا کہ وہ جدید طرز کے مطابق بہترین مدرسہ ہو گیا، جب اُن کے جوہر کھلے تو حکومت اور عام مسلمان دونوں نے ان کی قدر کی۔ وہ اوفا کے اخوند[1] (رئیس العلماء) مقرر ہوئے، اس کے بعد ان کے کارناموں نے مزید وسعت حاصل کرنے کا موقع پایا۔ اوفا کے جدید طرز پر بہت سے مدارس کھلوائے، نصابِ تعلیم کی اصلاح کی، جدید ضروریات اور حالات کے مطابق بہت سی کتابیں خود لکھ کر داخلِ درس کیں اور اس باب میں بہت سی کوششیں ان سے معرضِ ظہور میں آئیں اور اُن کے حلقۂ درس سے بہت سے روشن خیال اور کارآمد علماء پیدا ہوئے، جن سے علوم عربی و دینی کی تعلیم میں ایک انقلاب ہو گیا۔ اخوند موصوف ۱۹۰۷ء میں اوفا کی جمعیت اسلامیہ کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۰۸ء میں وفات پائی۔

روسی علماء میں سے جوان عمر لیکن پیر دانش موسیٰ جار اللہ ہیں، یہ راستوف میں پیدا ہوئے اور تعلیم قازان، بخارا، مصر اور حرمین جا کر حاصل کی۔ ۱۹۱۵ء میں ان کی عمر ۳۵ سال کی تھی۔ اس ملک کے مسلمانوں میں مصلحانہ خیالات و تعلیمات کی اشاعت میں انہوں نے بڑی کوشش کی۔ ایک مصری مسلمان سیاح رشاد بک نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ روسی مسلمانوں میں ان کا وہی پایہ ہے جو مصر میں مفتی محمد عبدہ کا ہے۔ یہ روسی مسلمانوں میں مصلح اعظم خیال کیے جاتے ہیں۔ ان کی متعدد گرانقدر تصنیفات ہیں۔

سب سے آخر میں ہم کو مفتی عالم جان بارودی کا تذکرہ کرنا ہے۔ مرحوم نے اسی سال وفات پائی ہے، ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے تھے، بخارا میں تعلیم حاصل کی تھی، فراغت کے بعد قازان واپس آکر وہاں انہوں نے جدید طرز پر ایک مدرسہ قائم کیا۔ اس مدرسے کا نقشہ، نصاب اور طریق کار خود بنایا تھا۔ اس مدرسہ نے بہت جلد ترقی کی، یہاں تک کہ ۱۸۸۰ء میں وہ قازان کی اسلامی یونیورسٹی کے درجہ کو پہنچ گیا، اور قازان کا صوبہ روسی صوبوں میں اسلامی علوم، اخلاقیات ومعاشرت اور اصلاحات وترقیات کا مرکز بن گیا۔ مرحوم کی اس جدید طرز کی مذہبی درسگاہ نے روسی مسلمانوں کے انقلاب و ترقی میں نمایاں اثر پیدا کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد اس مذہبی یونیورسٹی کے ساتھ ایک سائنس کالج کا اضافہ کیا جس میں انہوں

۱۔ روسی مسلمانوں کے محاورہ میں ملا (ملّا) اس جگہ پر استعمال ہوتا ہے، جہاں ہندوستان میں "مولوی" کا لفظ بولا جاتا ہے اور آخر الذکر "مولانا" کا قائم مقام سمجھیے، یعنی اخوند کا لفظ ملا سے بڑا ہے۔ (سید سلیمان ندوی)

نے تمام ان جدید تعلیم یافتہ روسی مسلمانوں کو دعوت دی، جنہوں نے ماسکو، سینٹ پیٹرز برگ اور یورپ کی دوسری یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کی تھی۔ اس جوانمردانہ اور فیاضانہ طرز عمل نے بخارا کی قدیم درسگاہ مدرسہ کلیہ عالیہ کے طرفداروں میں ایک ہیجان و اضطراب برپا کردیا، لیکن مرحوم کے خلوص اور حسن نیّت نے بہت جلد ان مشکلات کا خاتمہ کر دیا۔ روس، آذربائیجان، ترکستان، قازان کے دولت مند سوداگروں نے اُن کی خاطر خواہ مالی اعانت کی۔ الغرض مفتی مرحوم کی کوششوں اور روسی مسلمانوں کی مالی اعانتوں نے قازان میں مدارس، زنانہ مکاتب، مطابع اور دیگر علمی و عملی ترقیوں کا مرکز بنا دیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک یورپین مدبّر نے یہ شہادت دی کہ پادری پرست روسی عیسائیوں سے روسی مسلمان زیادہ یورپین ہیں۔

مفتی مرحوم کی سرکردگی میں قازان کے مسلمانوں کے اس علمی و عملی جدوجہد و سرگرمی نے زار کی حکومت کو چونکا دیا اور اس نے بغیر کسی ضابطہ اور قانون کے مفتی صاحب کو قید کر کے شمالی روس کے ایک شہر میں بھیج دیا۔ حکومت کی اس ظالمانہ کارروائی نے روس کے مسلمانوں میں غم و غصّہ کی لہر پیدا کر دی، حکومت روس نے اس کی سخت اور غیر معمولی احتیاط کی کہ اس واقعہ کی خبر دوسرے اسلامی ملکوں میں نہ پہنچنے پائے۔ مفتی صاحب کے قید سے قازان کی یونیورسٹی اور دوسری تحریکات کو کوئی صدمہ نہیں پہنچا، وہ برابر ترقی کرتی رہیں، مفتی صاحب کی قید کی خبر جب سلطان عبدالحمید خان کو پہنچی تو انہوں نے اس بارہ میں فوری کارروائیاں کیں جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ زار نے ان کو ترکی میں منتقل کر یاد جہاں وہ ۱۹۱۱ء تک مقیم رہے اور یہیں سے بیٹھے بیٹھے انہوں نے روسی مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کی تحریکیں جاری کیں اور ان کے اختلافات باہمی کو دور کیا، تاکہ دوما (روسی پارلیمنٹ) میں روسی مسلمانوں کے حقوق کی متفقہ کوشش سے حفاظت ہوسکے۔

۱۹۱۱ء کے بعد جب وہ روس لوٹ کر آئے تو تعلیمی تحریکوں کو چھوڑ کر انہوں نے سیاسی تحریکات میں حصہ لینا شروع کیا اور ایک دیمقراطی فرقہ (ڈیموکریٹک پارٹی) قائم کیا اور اس فرقہ کی ترقی و اشاعت میں بڑی کوششیں کیں، اور اسی کا اثر یہ ہوا کہ تاتاری مسلمانوں میں جمہوری خیالات نے مقبولیت حاصل کی اور آل رشیا مسلم ڈیموکریٹک پارٹی قائم ہو گئی۔ ۱۹۱۷ء میں جب روس میں انقلاب ہوا اور بالشوزم کا ظہور ہوا تو مفتی صاحب بھی روسی مسلمانوں کو لے کر آگے بڑھے اور اس انقلاب کا خیر مقدم کیا، مسلمانوں نے ان کو روسی گورنمنٹ میں مفتی اعظم کے عہدہ کے لیے منتخب کیا اور حکومت نے اس کو قبول کیا اور اس کے بعد اسلامی روسی مجلس کے وہ صدر قرار پائے، بالآخر ان کے روزافزوں اثر کو دیکھ کر بالشویکوں نے ان کو قید کر دیا، لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد اُن کو آزاد کر دیا، آج کل جب روس کا ملک قحط سے تہ و بالا ہورہا ہے وہ ماسکو اس غرض سے گئے تھے کہ وہ مسلمانوں کی امداد و اعانت کی تدبیریں اختیار کریں، مگر حقیقت میں وہ سفرِ آخرت کا پیش خیمہ تھا، چنانچہ اسی سفر میں ماسکو میں انہوں نے وفات پائی۔ تمام روسی مسلمانوں میں ان کی وفات پر ماتم برپا ہے۔